اسلامی نظامِ معیشت میں مالیاتِ عامہ کے ذرائع اور ان کے اثرات

*نازیہ عبدالرحمن

ABSTRACT

This study is based on the economic thoughts of MaolanaAbulA,laaMaududi (R.A.). He is one of the greatest thinker in the history of subcontinent. While he was a religious scholar and writer but he introduced the term "Islamic Economics (IslamiNizame-Ma,ashiaat) and described every aspect of the economics in the light of Quran and Sunnah with great virtues. His many books and destinations covered each aspect of economics in very good manner. He introduced Islamic Economics as a separate branch, and there is no doubt that through his thoughts, he has given an Islamic economic system. In this specific situation, he has featured the attributes, standards and destinations of this framework. On the example set by him, countless Muslims economists have taken after his line of considering. In the light of Islamic education he explained the theories of income, consumption, investment, production and distribution of wealth. Maulana described the resources of the Public finance in Islamic economy just like Ushar, Khiraj, Jizya, Khums and Zakat but he emphasized that Zakat is the major source through which Islamic Government can fulfill their expenditures. Zikat is not only the source of government spending rather it is possible to eradicate unfair wealth distribution, interest, poverty and unemployment from Islamic economy .

Keywords: Islamic Economic System, Public Finance, Ushar, Khiraj, Zakat, Syed AbulA,laaMaududi.

تعارف:

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ دورِ حاضر کے ان مفکرین میں سرفہرست ہیں جنھوں نے ملتِ اسلامیہ میں تجدید و احیائے دین کی لیے جدوجہد کی۔ قرآن مجید کے ممتاز مفسر کی حیثیت سے مولانا نے انسانی زندگی کے اکثر شعبوں بالخصوص سیاسی، معاشی، قانونی، عمرانی، اخلاقی اور ثقافتی پہلوؤں پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ انھوں نے اسلام کے پورے نظامِ حیات کو دینی اور عقلی دلائل کے ساتھ بیان کیا اور دورِ حاضر کے ہر فتنوں کا مقابلہ کر کے اسے اسلامی نظامِ زندگی کے مطابق ڈھالا اور سب سے بڑھ کر یہ بیان کیا کہ موجودہ دور میں ایک اسلامی ریاست اور اسلامی معیشت کن اصولوں پر قائم ہو سکتی ہے اور کس طرح ان کے اداروں کے انتظامی امور اسلام کے سانچوں کے مطابق چلائے جا سکتے ہیں(۱)۔ درحقیقت اسلامی ریاست اور اسلامی نظامِ معیشت کی تشکیل کا جب بھی تذکرہ کیا جائے گا وہاں یہ تذکرہ مولانا مودودی کے بغیر ناممکن ہوگا کیوں کہ انھوں نے ریاست اور معیشت کے ہر پہلو کو اسلامی نقطہ

* لیکچرر، بے نظیر بھٹو شہید یونیورسٹی، کراچی　برقی پتا:nzshakir@gmail.com

نظر سے بیان کیا ہے(۲)۔ مولانا نے ایک مکمل معاشی نظام پیش کیا ہے جس کی وجہ سے اسلامی معاشیات ایک الگ شاخ کے طور پر متعارف ہوئی۔(۳)

نظامِ معیشت کے قیام کے بعد اس کے انتظامی امور چلانے کے لیے حکومتوں کو آمدنیوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور یہ آمدنیاں وہ ٹیکسوں کے ذریعے حاصل کرتی ہیں۔ اگر ٹیکسوں کے ذرائع ایک حکومت کے اخراجات پورے کرنے کے لیے ناکافی ہوں تو اس صورت میں حکومت کو سرکاری قرض سود پر لینے پڑ جاتے ہیں (۴) جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایسے تمام قرض جو سود کی بنیاد پر لیے جائیں، وہ ناجائز ہیں۔(۵) اسلامی تعلیمات کے بنیادی نظریہ کو مد نظر رکھتے ہوئے مولانا مودودی نے ذرائعِ مالیاتِ عامہ کے لیے یہ تصور پیش کیا کہ ایک اسلامی ریاست کے انتظامی امور چلانے کے لیے آمدنیاں قرضوں کے بجائے عشر، خراج اور زکوٰۃ وغیرہ سے حاصل کی جائیں، ان ذرائع آمدنیوں میں زکوٰۃ اور عشر دینی فرائض ہیں جن کے بارے میں قرآن اور احادیث میں احکامات موجود ہیں اور ان کی شرحیں اور نصاب بھی حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک سے ثابت ہیں۔(۶)

بنیادی مقصد:

مولانا مودودی نے اپنے افکار میں ایک اسلامی معیشت اور اسلامی ریاست کے ہر پہلو کو واضح کیا ہے لیکن اس تحقیق کا بنیادی مقصد مولانا مودودی کے نظریات کی روشنی میں اسلامی نظامِ معیشت میں مالیاتِ عامہ کے ذرائع کو بیان کرنا اور ان ذرائع کے اسلامی معیشت پر مرتب ہونے والے اثرات پر روشنی ڈالنا ہے۔

دائرہ تحقیق:

سید مودودیؒ نے محاصل کے تمام اسلامی ذرائعِ مالیات عشر، خراج، خمس اور زکوٰۃ پر کلام کیا ہے لیکن بالخصوص انھوں نے زکوٰۃ کے بارے میں تفصیل سے بحث کی اور اس کے ہر گوشے پر روشنی ڈالی ہے۔

عشر: عشر کے معنی ہیں دسواں حصہ۔ یہ محاصل نفع کے حصول کی غرض سے اگائی جانے والی زرعی زمینوں سے حاصل ہوتا ہے اور زمین کی پیداوار کا عموماً دسواں حصہ ہوتا ہے(۷)۔ اشاعتِ اسلام کے دوران جن افراد نے اسلام قبول کر لیا تھا ان کی املاک جو ان کی ملکیت میں تھیں انھیں عشری قرار دے کر بدستور انھی کی ملکیت میں رہنے دیا گیا اور ان کے مالکانہ حقوق میں بھی کسی قسم کی کوئی ردوبدل نہیں کی گئی، انھیں ان املاک پر اسی طرح بیع اور وراثت کے حقوق حاصل رہے۔ ان زرعی زمینوں سے حاصل ہونے والا عشر، ایک ذریعہ محاصل ہے۔

خراج: خراج ان زمینوں پر لگایا جاتا ہے جن کے مالکان نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر اسلامی حکومت کے مطیع بن گئے۔ اسلامی فتوحات کے وقت مسلمانوں نے جن علاقوں کو فتح کیا ان کے مقامی باشندوں کی ملکیت میں موجود املاک کو خراج لگا کر انھی کی ملکیت تصور کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے عصر مبارک اور خلفائے راشدین کے ادوار میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں جہاں مفتوح املاک پر خراج لگا کر انھی مقامی باشندوں کی ملکیت میں رہنے دیا گیا۔ خراج اور عشر جن املاک پر عائد کیا جاتا ہے ان سے یہ ہمیشہ وصول کیا جاتا ہے چاہے خراج ادا کرنے والی املاک کا مالک مسلمان ہو جائے یا اس کی املاک کوئی مسلمان خرید لے تب بھی ان املاک پر اسے خراج ادا کرنا پڑے گا۔(۸)

فئے اور خمس: غیر مسلم علاقوں سے جنگی کاروائیوں کے ذریعے حاصل ہونے والے اموال، مالِ غنیمت (Spoils of War) میں شمار کیا جاتا ہے اور شریعت کے مطابق ان اموال سے خمس نکال کر اسے بیت المال میں شامل کر دیا جائے اور باقی ۴/۵ غانمین میں تقسیم کر دیا جائے۔مالِ غنیمت صرف وہ اموالِ مفتوحہ ہیں جو جنگی کاروائیوں کے دوران میں دشمن کے لشکروں سے حاصل ہوں۔ ان کے ماسوا دشمن ملک کی زمینیں، مکانات اور دوسرے اموال منقولہ اور غیر منقولہ مال غنیمت کی تعریف سے خارج ہیں۔ اس لحاظ سے باقی اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(الف): وہ مال جو مسلمانوں کو بزورِ شمشیر حاصل ہوا۔ اس پہلی قسم کے مال پر حضور ﷺ کے دور مبارک میں خمس نکال کر غانمین میں تقسیم کر دیا گیا۔ البتہ آپ ﷺ نے کبھی بھی دشمنوں کی زمینوں کو غانمین میں تقسیم نہیں فرمایا، لیکن جب فتوحات میں اضافہ ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہم صلح و مشورے سے جنگی کاروائیوں کے ذریعے حاصل ہونے والی زمینوں کو ان کے مالکان کے پاس ہی رہنے دیا اور ان پر خراج لگا دیا گیا جو بیت المال میں شامل کیا جاتا تھا۔

(دوم): دوسری قسم کا مال فئے ہے جو غیر مسلموں سے بغیر کسی جنگی کاروائی کے مسلمانوں کو حاصل ہوا۔ شریعت میں اس فئے کے لئے یہ قانون ہے کہ وہ سارا کا سارا وقف المسلمین ہے جو بیت المال میں شامل کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں فئے مال کے بارے میں جو فیصلہ ہوا اس کے مطابق درج ذیل اموال فئے قرار پائے:

- دشمن ملک سے صلح کی صورت میں جو زمینیں اور علاقے اسلامی حکومت کے قبضے میں آئیں۔
- اگر کسی علاقے کے لوگ جنگ کیے بغیر مسلمانوں سے امان حاصل کرنے کے لیے خراج یا جزیہ ادا کریں۔

- ❖ اگر کسی زمین یا جائیداد کے مالک انھیں چھوڑ کے چلے گئے، یا جنگ میں مارے گئے اور اس صورت میں اموال کے کوئی بھی مالک باقی نہ رہے۔
- ❖ ایسی زمینیں جو پہلے کسی کی ملکیت نہ تھیں۔
- ❖ سابق حکمرانوں کی جائدادیں۔
- ❖ سابق حکومتوں کی املاک۔
- ❖ ایسی زمینیں جس پر پہلے سے لوگوں کا قبضہ تھا مگر ان پر جزیہ وخراج عائد کر کے ان کے سابق مالکوں کی ملکیت کو برقرار رکھا جائے، فئے میں شامل ہیں(۹)۔

زکوٰۃ: زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ نماز اور روزے کے بعد اس کا ذکر آتا ہے لیکن قرآن کے مطابق زکوٰۃ کی اہمیت نماز کے بعد سب سے زیادہ ہے یعنی اسلام کی عمارت ان دو بنیادی ستون نماز اور زکوٰۃ پر کھڑی ہے۔ جس سے روگردانی ممکن نہیں۔ اہل ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اس طرح ایمان کی شرط ہی یہ مقرر کر دی گئی ہے کہ ایک شخص نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ لہذا ایک مسلمان کے لیے کسی بھی صورت یہ ممکن نہیں کہ وہ اس اصول سے انکار کرے (۱۰)چونکہ زکوٰۃ کے معنی پاکی اور صفائی کے ہیں لہذا جب ایک مسلمان اللہ کی بخشی ہوئی دولت میں سے اس کے بندوں کا حق زکوٰۃ کی صورت میں نکالتا ہے تو اس سے نہ صرف وہ اپنا مال بلکہ اپنا نفس بھی پاک کرتا ہے۔ بندوں پر یہ خرچ اس کے دل سے زر پرستی، بخل، تنگدستی اور خودغرضی کے جذبات کو ختم کر دیتا ہے اور اس طرح اس کا نفس ہو پاک ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق:

زکوٰۃ کے بارے میں یہ مغالطہ ہے کہ یہ ایک ٹیکس ہے جب کہ مولانا مودودی نے چند نکات کے ذریعے یہ واضح کیا ہے کہ زکوٰۃ ذریعہ محاصل ضرور ہے لیکن اس میں اور ٹیکس میں بہت فرق ہے۔

۱: زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جبکہ ٹیکس کسی بھی حکومت کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔

۲: ارکان اسلام میں شامل ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کو فرض قرار دیا گیا ہے اور اسے ادا نہ کرنے کی صورت میں مسلمان کا ایمان قائم نہیں رہے گا، جب کہ ٹیکس چونکہ زبردستی عائد کیا جاتا ہے اس لیے افراد اس سے بچنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔

۳: زکوٰۃ ان لوگوں پر عائد ہے جن کے پاس ضرورت سے زائد دولت ہے اور ان لوگوں پر صرف کی جاتی ہے جو غریب و نادار ہیں جب کہ ٹیکس ہر ایک پر عائد ہوتا ہے. اس سے ریاست کے انتظامی امور چلائے جاتے ہیں اور اجتماعی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔

۴: زکوٰۃ کا نصاب قرآن و احادیث کے ذریعے مقرر ہے اور اس کی شرح میں کبھی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، جبکہ ٹیکس حکومت کی مقرر کردہ شرح پر کیا جاتا ہے جس میں حالات کے مطابق تبدیلی ہوتی رہتی ہے لہٰذا زکوٰۃ اپنی حقیقت اپنے اصول اور اپنی روح کے اعتبار سے ٹیکس سے بالکل مختلف ہے(۱۱)۔

- ❖ ہر صاحبِ نصاب عاقل و بالغ مسلمان مرد وزن پر زکوٰۃ واجب ہے اور ہر فرد اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کا خود ذمہ دار ہے۔
- ❖ یتیم کے مال کی زکوٰۃ اس کے ولی کے ذمہ ہے جو وہ اس کے مال سے ادا کرے گا۔
- ❖ فاتر العقل افراد پر بھی زکوٰۃ واجب ہے جسے اس کا ولی ادا کرے گا۔
- ❖ قیدی کی زکوٰۃ اس کے پیچھے اس کے مال کا متولی ادا کرے گا۔
- ❖ مسافر اگر صاحب نصاب ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے(۱۲)۔

مصارفِ زکوٰۃ:

مصارفِ زکوٰۃ سے مراد وہ افراد جنھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا جو اس کے اصل حقدار ہیں(۱۳). مولانا مودودی نے اپنے افکار میں مصارفِ زکوٰۃ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

فقیر: مولانا مودودی فقیر کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ وہ لوگ جن کے پاس ان کی ضرورت سے کم مال ہو اور تنگدستی سے گزر بسر کر رہے ہوں، فقیر کا لفظ ہر حاجت مند جو کہ دوسرے افراد کا محتاج ہے ان کے لیے عام ہے خواہ بڑھاپے کی وجہ سے وہ دوسروں کا محتاج ہے یا کسی جسمانی نقص یا کسی عارضی سبب سے وہ دوسروں کی اعانت لینے کے لیے مجبور ہے مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، بے روزگار لوگ اور وہ افراد جو کسی وقتی حادثے کا شکار ہو کر دوسروں کے محتاج ہوگئے ہیں۔ زکوٰۃ نہ صرف ان کی مالی معاونت کرے گی بلکہ انھیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں مدد دے گی(۱۴)۔

مساکین: مولانا کے مطابق مالی طور پر تباہ حال وہ افراد جو اپنی ضروریات بھی پوری نہ کر سکیں، مساکین کی تعریف میں آتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ تمام افراد مساکین ہیں جو اپنی روزی کے لیے مقدور بھر کوشش کرتے ہیں

مگر اس کے باوجود اتنی روزی نہیں کما پاتے کہ اس سے اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں، لوگ انھیں برسرِ روزگار سمجھ کر ان کی مدد نہیں کرتے اور وہ اپنی شرافت کی وجہ سے کسی سے مدد بھی طلب نہیں کر سکتے۔ مولانا نے ایک دوسری جگہ مساکین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ مساکین سے مراد وہ افراد ہیں جن میں مسکنت کا وصف پایا جائے۔ مسکنت سے مراد عاجزی، درماندگی، بے چارگی اور ذلت کے ہیں۔ اس لحاظ سے دیگر حاجت مندوں کے مقابلے میں مساکین زیادہ خستہ حال ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے ناکافی وسائل اور تنگدستی کے باوجود اپنی خودداری کی وجہ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور لوگ بھی انھیں صاحبِ حیثیت سمجھتے ہوئے ان کی مدد نہیں کرتے۔

عاملین: عاملین سے مراد ایسے افراد جنھیں اسلامی حکومت میں زکوٰۃ کی وصولی، اس کی حفاظت، حساب کتاب اور تقسیم کرنے کے لیے مقرر کیا جائے چاہے وہ افراد فقیر و مساکین نہ ہوں مگر ان کی تنخواہیں زکوٰۃ کی مد سے ہی دی جاتی ہیں۔

مئولفتہ القلوب: یہ وہ افراد ہیں جنھیں روپیہ دینا اس لیے مقصود ہو کہ وہ دینِ اسلام کی حمایت کریں یا مخالفت چھوڑ دیں۔ ان میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جو نو مسلم ہیں۔ چاہے وہ افراد مسکین و محتاج ہوں یا مالدار، ان کو وقتی عطیہ یا وظیفے ان کی تالیفِ قلب کے لیے دیے جائیں۔ اس مد پر غنائم اور دوسرے ذرائع آمدنی سے بھی مال خرچ کیا جا سکتا ہے اور ضرورت پڑنے پر زکوٰۃ کی مد میں سے بھی خرچ ہو سکتا ہے۔ مولانا کی رائے میں اگر اسلامی حکومت تالیفِ قلب کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت نہ سمجھتی ہو تو کسی نے اس پر فرض نہیں کیا ہے کہ ضرور ہی اس مد میں کچھ نہ کچھ صرف کرے۔ لیکن اگر کسی وقت اس کی ضرورت محسوس ہو تو اللہ نے اس کے لیے جو گنجائش رکھی ہے اسے باقی رہنا چاہیے۔

فی الرقاب: رقاب کے معنی غلام کے ہیں یعنی غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے زکوٰۃ کی مد سے روپیہ دیا جائے تاکہ وہ اپنے مالک کو غلامی کی قیمت ادا کر کے آزاد ہو سکے۔ مولانا کے خیال میں چونکہ موجودہ دور میں غلامی کا رواج نہیں ہے لہٰذا وہ لوگ جو جرمانہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے قید بھگت رہے ہیں انھیں اس مد سے رقم دے کر رہائی دلوائی جا سکتی ہے اس طرح وہ افراد بھی فی الرقاب کی تعریف میں آجائیں گے۔

غارمین: غارمین سے مراد ایسے افراد ہیں جو قرضدار ہوں اور ان پر اتنا قرض ہو کہ اسے چکانے کے بعد ان کے پاس نصاب سے کم مال بچے ان افراد میں کمانے والے اور بے روزگار دونوں افراد شامل ہیں۔ لیکن مولانا نے اس نقطہ کو بھی واضح کیا ہے کہ فقہائے کرام کے مطابق وہ افراد غارمین میں شامل نہیں ہیں جو اپنی فضول خرچیوں اور

بدکاریوں کی وجہ سے قرضدار ہو گئے ہیں ان افراد کو زکوۃ دینا مکروہ ہے کیونکہ زکوۃ ملنے سے وہ مزید بدکاری اور فضول خرچی کرے گا اور اسے یہ تسلی ہوگی کہ وہ زکوۃ کے ذریعے اپنا قرض ادا کر دے گا۔(۱۵)

فی سبیل اللہ: فی سبیل اللہ سے معنی یہ ہے کہ خدا کی راہ میں زکوۃ صرف کرنا، راہِ خدا سے مراد وہ تمام نیکی کے کام ہیں جن میں خدا کی رضا ہو لیکن خاص طور پر یہ لفظ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ایسی جدوجہد جس سے کفر کا خاتمہ اور اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہو سکے۔ لہذا جہاد کے لیے جتنے بھی مصارف جیسے سفر پر خرچ، سواری کے لیے، آلات واسلحہ اور دیگر سامان کی فراہمی زکوۃ کے ذریعے پورے کیے جاسکتے ہیں، چاہیے اس جدوجہد میں کام کرنے والے افراد صاحبِ حیثیت ہی کیوں نہ ہوں اور وہ اپنی ذاتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کسی کے محتاج نہ ہوں مگر جہاد کے مصارف زکوۃ ہی سے پورے کیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح جہاد میں جو لوگ رضاکارانہ حصہ لیتے ہیں ان کی ضروریات بھی زکوۃ کے ذریعے پوری کی جاتی ہیں۔(۱۶)

ابن السبیل: ابن السبیل سے مراد مسافر ہے۔ ایک مسافر چاہے اپنے وطن میں مالدار ہو لیکن دوران سفر مال و دولت کے ختم ہونے کی وجہ سے وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو زکوۃ کے ذریعے اس کی مدد کی جاسکتی ہے(۱۷)۔

نصاب اور شرحِ زکوۃ:

نصابِ زکوۃ کے معنی یہ ہیں کہ مال کی وہ مقررہ مقدار جس پر شریعت کی طرف سے زکوۃ واجب کی گئی ہے۔ مولانا نے تجارتی اموال سونے چاندی، مویشی، نقد مال و دولت، زرعی اموال اور معدنی پیداوار پر واجب زکوۃ، اس کے نصاب اور مختلف شرحوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

مولانا کے مطابق احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مویشوں پر بھی زکوۃ واجب ہے اس لحاظ سے اونٹ کا نصاب ۵ اونٹ، بکریوں کا نصاب ۴۰ بکریاں اور گائے کا نصاب ۳۰ گائیں ہیں۔ اگر کسی شخص کے پاس اتنی مقدار (تعداد) میں جانور موجود ہیں اور اس پر سال گزر گیا ہے تو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔

مولانا نے احادیث اور صحابہ کرامؓ کے احکامات کی روشنی میں سونے چاندی پر زکوۃ کا نصاب یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ایک سال کے عرصہ تک موجود رہے تو اس پر زکوۃ واجب ہے اور وہ اس پر ڈھائی فیصد کی شرح سے زکوۃ ادا کرے گا۔ دھات کے سکے اور کاغذی سکے محلِ زکوۃ نہیں کیونکہ ان کی قیمت ان کی قوتِ خرید کی وجہ سے ہے جو قانوناً ان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اس وجہ سے انھیں آسانی سے سونے چاندی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے لہذا اگر ان کی مالیت سونے چاندی کے برابر ہو تو ان پر زکوۃ عائد ہوگی۔ جو سکے رائج نہیں یا جو خراب ہیں یا حکومت نے واپس لے لیے ہیں ان میں اگر سونا چاندی موجود ہے تو ان پر

زکوٰۃ سونے چاندی کی اس مقدار کے لحاظ سے عائد ہو گی جو ان کے اندر پائی جاتی ہو۔ اس طرح دوسرے ملکوں کے سکے اگر ہمارے ملکوں کے سکوں سے آسانی سے تبدیل ہو جائیں تو وہ نقدی میں شامل ہوں گے اور ان پر زکوٰۃ عائد ہو گی لیکن تبدیل نہ ہونے کی صورت میں ان پر زکوٰۃ ان میں موجود سونے چاندی کی مقدار پر ہو گی۔ بینکوں میں رکھی ہوئی امانتیں محلِ زکوٰۃ ہیں اور ان پر زکوٰۃ نکالنا حکومت کا کام نہیں بلکہ ان کے مالکوں کے ذمے ہے۔ بیمہ اور پراویڈنٹ فنڈ جبری ہے تو اس کی رقم ملنے پر صرف ایک سال کی زکوٰۃ نکالی جائے لیکن اگر وہ اختیاری ہے تو ہر سال کے خاتمے پر جتنی رقم ایک شخص کے حساب میں کمپنی یا پراویڈنٹ فنڈ میں جمع ہے اس پر زکوٰۃ عائد ہو گی۔ تجارتی اموال کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہے۔ جن کمپنیوں کے حصہ دار نصاب سے کم مال رکھتے ہیں یا جو ایک سال سے کم مدت تک مالک رہے ہوں ان کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے کر باقی تمام حصہ داروں کی اکٹھی زکوٰۃ کمپنیوں سے وصول کی جانی چاہیے۔ عواملِ پیدائش زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں یعنی کارخانوں کی مشینیں، آلات اور تاجروں کے فرنیچر، اسٹیشنری، دوکان یا مکان زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ صرف خام مال کی صورت میں موجود اموال کی قیمت، فروختنی مال کی قیمت جو دوکان میں موجود ہو یا وہ نقد روپیہ جو ان کے خزانے میں ختم سال پر موجود ہو ان پر زکوٰۃ واجب ہے(۱۸)۔

مولانا کے مطابق جو زرعی پیداوار ذخیرہ کر کے رکھنے کے قابل ہو اس پر عشر یا نصف عشر عائد ہے اسی طرح خشک میوے وغیرہ بھی اسی احکام میں آتے ہیں، بارانی زمینوں کی پیداوار پر عشر اور مصنوعی ذرائع آبپاشی کے ذریعے حاصل ہونے والی پیداوار پر نصف عشر عائد ہے۔ اور جو پیداوار ذخیرہ نہیں کی جاسکتی جیسے سبزی، ترکاری، پھول اور پھل ان پر عشر عائد نہیں لیکن انھیں مارکیٹ میں فروخت کرنے کی صورت میں ان پر تجارتی زکوٰۃ عائد ہو گی اور اس کا نصاب تجارتی نصاب ہی ہے فصل کے لیے ہی ان پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یعنی اس پر ایک سال کی شرط عائد نہیں۔ زرعی پیداوار اگر بارانی زمینوں سے حاصل ہو تو اس پر ۱۰ فیصد اور مصنوعی آبپاشی سے ہو تو اس پر ۵ فیصد شرحِ زکوٰۃ عائد ہے۔ قرضوں کے حوالے سے مولانا مودودی بیان کرتے ہیں کہ قرض اگر ذاتی ضروریات پر خرچ ہوں تو اس پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی مگر اسے سال بھر تک قرض لینے والا اپنے پاس رکھے تو اس صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور تجارتی اموال سے لیے ہوئے قرضے تجارتی سرمایہ میں شامل ہوں گے لہذا تجارتی زکوٰۃ کے وقت ان قرضوں پر بھی زکوٰۃ عائد ہو گی۔ مولانا کے مطابق صاحبِ جائیداد پر بھی زکوٰۃ فرض ہے اس ضمن میں ان کا کہنا ہے کہ قابلِ ارجاع جائیداد سے جو فائدہ اٹھا رہا ہے وہی اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا ذمہ

دار ہو گا۔ جبکہ متنازع فیہ جائیداد کی زکوٰۃ دورانِ نزاع اس پر عائد ہو گی جس کے قبضہ میں وہ جائیداد ہے اور فیصلہ ہونے کے بعد جس کے حق میں فیصلہ ہو وہ زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اس طرح اگر کوئی شخص اپنی ملکیت کو کرائے پر دیتا ہے تو اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ واجب ہے۔ مولانا نے معدنیات کے نصاب کے لیے حنابلہ کے مسلک کو سب سے بہتر قرار دیا ہے ان کے مطابق معدنی اموال چاہے دھات ہو یا مائع (پیٹرول، پارہ وغیرہ) اور جو نجی ملکیت میں ہوں سب کی شرحِ زکوٰۃ ڈھائی فیصد، ان کی قیمت بقدرِ نصاب ہے۔

زکوٰۃ کا جو نصاب اور شرح خلفائے راشدین کے دور میں حضور اکرم ﷺ سے مقرر کیا ہوا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی اور مولانا مودودی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی آپ ﷺ کی مقرر کردہ مقادیر میں ترمیم کرنے کا مجاز نہیں ہے جو چیز حضور اکرم ﷺ نے مقرر کی اس کے برحق ہونے پر تو ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے البتہ اگر حضور اکرم ﷺ کے سوا کسی اور نے مقرر کی ہو تو وہ ایک اسمبلی کا نمائندہ ہی کیوں نہ ہو مسلمان اس کے برحق ہونے پر دل سے ایمان نہیں لا سکتے اور اس سے گریز کی سب راہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ جبکہ زکوٰۃ کے لیے یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ ایک عبادت ہے جو ارکانِ اسلام میں شامل ہے۔(۱۹)

۳: اسلامی معیشت میں ذرائعِ مالیاتِ عامہ کا کردار:

اسلامی ذرائعِ مالیاتِ عامہ کے حوالے سے سب سے اہم کردار زکوٰۃ کا ہے مولانا مودودی نے اسلامی معیشت میں اس کی اہمیت نہایت مفصل طور پر بیان کی ہے اور ایک مسلم معاشرے میں اس سے مرتب ہونے والے اثرات پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔

- گردشِ دولت: اسلام میں ضرورت سے زائد دولت جمع کرنا معیوب ہے اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک شخص کے پاس جو مال ہے، تو وہ اسے اپنی ضروریات پر خرچ کرے یا اس سے کاروبار کرے یا اسے دوسروں کی مدد کے لیئے خرچ کرے تاکہ دوسرے افراد بھی اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکیں۔ لیکن اگر کوئی شخص دولت جمع کرنا چاہتا ہے تو وہ اس دولت میں سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ کی مد میں دے تاکہ اس سے دوسرے افراد کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اس طرح زکوٰۃ وہ ذریعہ ہے جس کی بدولت دولت چند ہاتھوں کے بجائے پورے معاشرے میں گردش میں رہتی ہے۔
- منصفانہ تقسیمِ دولت: زکوٰۃ صاحبِ نصاب شخص پر واجب ہے لہٰذا جب صاحبِ نصاب زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو یہ ان لوگوں پر صرف ہوتی ہے جو معاشی طور پر مستحکم نہیں ہوتے اس طرح زکوٰۃ کی بدولت غریب اور نادار

افراد نہ صرف اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوتے ہیں بلکہ اس تقسیمِ دولت کے ذریعے وہ اپنے معیارِ زندگی کو بھی بہتر بنا سکتے ہیں۔(۲۰)

- ذریعہ کفالت: زکوٰۃ کے ذریعہ حاجت مندوں کی کفالت ممکن ہے، اصل میں زکوٰۃ معاشرے کے لیے ایک بہترین انشورنس ہے جس کے ذریعے امدادِ باہمی کا ایک ایسا نظام قائم ہو جاتا ہے جس سے ضرورت مندوں اور بے کسوں کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر ملک کسی پریشانی اور ناگہانی آفات کا شکار ہو جائے تو اس صورتحال میں زکوٰۃ کے ذریعے لوگوں کی ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے۔
- غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ: زکوٰۃ کے ذریعے غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ ممکن ہے کیونکہ جب حاجت مندوں کی زکوٰۃ کے ذریعے مدد کی جاتی ہے تو اس سے ان میں قوتِ خرید(Purchasing Power) پیدا ہوتی ہے جو معیشت میں اشیاء کی مجموعی طلب میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اس صورتحال میں صنعت، تجارت، زراعت غرض ہر پیداواری شعبے میں ترقی ہوتی ہے جس سے معاشرے میں روزگار کے مواقعوں میں اضافہ ہوتا ہے۔
- ارتکازِ دولت کا خاتمہ: زکوٰۃ کی بدولت معیشت میں سے ارتکازِ دولت کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ زکوٰۃ کے ذریعے صاحبِ حیثیت افراد کی دولت غریبوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ مولانا صاحب کے مطابق "روپیہ اول تو روک کر نہ رکھا جائے اور اگر رک گیا ہو تو اس تالاب میں سے زکوٰۃ کی نہریں نکال دی جائیں تاکہ جو کھیت سوکھے ہیں ان کو پانی پہنچے اور گرد و پیش کی ساری زمین شاداب ہو جائے"۔(۲۱)
- سرمایہ کاری کا محرک اور سودی معیشت کا خاتمہ: ایک اسلامی معیشت میں سود کے حرام ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا کردار سرمایہ کاری کے محرک کے طور پر بہت اہم ہے کیونکہ سود کے حرام ہونے سے سرمایہ کار کو اپنے مال پر شرحِ سود نہیں ملتی جس سے ان کے مال میں اضافہ ہو بلکہ الٹا ہر سال ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنے سے ان کے مال میں کمی ہوتی جاتی ہے لہٰذا اس صورت میں وہ سرمائے کو اپنے پاس روکے رکھنے کے بجائے کسی کاروبار میں لگانے کو بہتر تصور کرتے ہیں۔ اور جب ایک معیشت میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے تو معاشی ترقی کے راستے خود بخود کھل جاتے ہیں۔
- حکومتی قرضوں کے لیئے سرمائے کی فراہمی کا ذریعہ: جب حکومتوں کے اخراجات حد سے تجاوز کر جاتے ہیں تو انھیں بیرونی ذرائع سے قرض لینے پڑتے ہیں اور پھر ان قرضوں کی ادائیگی کی وجہ سے اس ملک کا بجٹ خسارہ ہر سال بڑھتا رہتا ہے لیکن حکومتیں اپنی ضروریات یا کسی وقتی حوادث کے لیے سرمائے کی ضروریات کو زکوٰۃ کے

ذریعے پورا کر سکتی ہے زکوٰۃ کی بدولت حکومت سرمایہ کی مطلوبہ رسد کے ذریعے اپنے انتظامی امور انجام دے سکتی ہے۔(۲۲)

۴:ماحصل:

مولانا مودودی نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جب ایک مکمل ضابطہ حیات "اسلامی معاشیات" کا تصور پیش کیا تو انھوں نے اس کے تمام معاشی امور بھی قرآن و احادیث کی روشنی میں بیان کیے، اسی طرح ایک حکومت کے انتظامی امور کو چلانے کے لیے مالیات کی فراہمی کے لیے بھی انھوں نے اسلامی ذرائع بیان کیے اور زکوٰۃ کو مکمل طور پر مالیاتِ عامہ کا ذریعہ قرار دیا جس کے ذریعے اسلامی حکومتیں اپنے انتظامی امور چلا سکتی ہیں چونکہ زکوٰۃ صرف ان لوگوں پر عائد ہے جو ضرورت سے زائد مال و دولت رکھتے ہیں اور اس کا ایک باقاعدہ شرعی نصاب مقرر ہے جس میں کسی بھی قسم کی ردوبدل ممکن نہیں لہذا کسی پر بھی اس کا بوجھ نہیں ہوتا اور اس کے ذریعے نہ صرف اسلامی معیشت میں ارتکازِ دولت، غربت اور بیروزگاری کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے بلکہ بیرونی قرضوں سے بھی ملک کو بچایا جا سکتا۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ مولانا صاحب نے جو ذریعہ مالیات بیان کیا ہے وہ اسلامی نظامِ معیشت کے لیے ایک بہترین ذریعہ ہے جس کے ذریعے معاشی امور انجام دیے جا سکتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ ایک مسلم معاشرے میں اس ذریعہ مالیات کو کس طرح لاگو کیا جائے تاکہ ہر صاحبِ حیثیت شخص بغیر کسی دباؤ کے اسے ادا کرے اور مولانا صاحب نے یہ ذمہ داری حکومت پر عائد کی ہے کہ وہ ایسے عملی اقدامات کرے جس کے ذریعے اسلامی مالیاتِ عامہ کے سب سے اہم ذریعے زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کا انتظام اس طرح سے ہو کہ اس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ مالیات کی فراہمی ممکن ہو سکے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی معاشیات کے ان پہلوؤں کو زیرِ غور لایا جائے اور ایسا لائحہ عمل مرتب کیا جائے جس کی وجہ سے ایک اسلامی معیشت کا قیام ممکن ہو سکے۔

مراجع و حواشی

(۱) خورشید احمد، سلیم منصور خالد، رفیع الدین ہاشمی (۲۰۱۳ء)، ابوالاعلیٰ مودودی علمی و فکری مطالعہ، ادارہ معارفِ اسلامی، لاہور۔

(۲) Adams, Charles J. (1966) "The Ideology of MawlanaMaudd."In South Asian Politics and Religion.Edited by Donald Eugene Smith. Princeton, NJ: Princeton University Pre

(۳) Muhammad Omer Chapra(1988), Economic system of Islam: Bureau of composition, compilation & translation, University of Karachi.

(۴) اے حمید شاہد (۲۰۰۴ء)، زرعی و سرکاری مالیات، لاہور: علمی کتاب خانہ، ص ۲۱۲

(۵) سید ابوالاعلیٰ مودودی (۲۰۰۰ء)، سود، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ص ۱۵۱، ۱۵۲

(۶) محمد اکرم خان (۱۹۸۴ء)، مولانا مودودی کے معاشی تصورات، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ص ۸۴

(۷) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکوۃ، البابِ السادس، ج ۱، ص ۱۸۵

(۸) سید مودودی (۱۹۶۹ء)، ملکیت زمین، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ص ۲۷ تا ۳۲

(۹) سید مودودی (۱۹۷۱ء)، تفہیم القرآن، ج ۵، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ص ۳۸۹، ۳۹۷، ۳۹۰

(۱۰) سید مودودی (۲۰۰۹ء)، حقیقت زکوٰۃ، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ص ۳، ۹

(۱۱) سید مودودی (۲۰۰۱ء)، معاشیات اسلام، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ص ۱۵۵، ۱۵۶، ۳۱۷، ۳۱۶

(۱۲) ایضاً ص ۳۳۶، ۳۳۷

(۱۳) عبدالحمید ڈار، محمد عظمت، محمد اکرم (۲۰۰۹ء)، اسلامی معاشیات، لاہور: علمی کتاب خانہ، ص ۲۴۱ (۱۴) سید مودودی (۲۰۰۱ء)، بحوالہ بالا، ص ۳۴۸

(۱۵) سید مودودی (۲۰۰۹ء)، بحوالہ بالا، ص ۵۶ تا ۵۸

(۱۶) سید مودودی (۲۰۰۱ء)، بحوالہ بالا، ص ۳۲۴

(۱۷) سید مودودی (۲۰۰۹ء)، بحوالہ بالا، ص ۵۸

(۱۸) ایضاً ص ۵۵۔۵۶

(۱۹) سید مودودی (۲۰۰۱ء)، بحوالہ بالا، ۳۳۹ تا ۳۴۷

(۲۰) سید مودودی (۱۹۷۴ء)، اسلامی نظامِ معیشت کے اصول و مقاصد، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ص ۹ تا ۱۱

(۲۱) سید مودودی (۲۰۰۱ء)، بحوالہ بالا، ص ۶۱۔۶۲۔۱۳۳

(۲۲) سید مودودی (۲۰۰۰ء)، بحوالہ بالا، ص ۱۵۵۔۱۶۱